© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

یہ ایک بڑی ہی تلخ مگر تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام سرتاپا عوامی، انسانی اور بہمہ وجوہ جمہوری مذہب ہے چنانچہ اس کا خدا پروردگار عالم، اُس کا پیغمبر رحمۃ للعالمین - قرآن ھدًی للناس اور اُمّت مسلمہ شھداء علی الناس ہے لیکن اس کے باوجود اسلام کے ابتدائی دور کو مستثنیٰ کر کے خود مسلمانوں کا مذاق کبھی جمہوری نہیں رہا، اپنے عہدِ عروج واقبال میں غیر مسلموں کے ساتھ انھوں نے بحیثیت مجموعی طور پر بڑے لطف وکرم اور احسان ومروّت کا معاملہ کیا مگر اس طرح جیسے کوئی کسی کو خیرات دیتا ہے، اس طرح نہیں جیسے ایک بزرگ اپنے خاندان کے تمام افراد کے ساتھ کرتا ہے اور [illegible] کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اکثر وبیشتر تاریخ کے مختلف ادوار میں حکومت وسلطنت کی آغوش میں تربیت پائی، سیاسی طاقت واقتدار کے سایہ میں عمر کی منزلیں طے کیں، اس طاقت کا دنیا کی ہر اچھی چیز کی طرح، اگر اُس کا استعمال صحیح نہ ہو، خاصہ ہے کہ دوسروں سے علیحدگی، رقابت، کشمکش اور بغض وحسد اور خود غرضی وخود پسندی کا جذبہ پیدا کرتی ہے، چنانچہ اسی طاقت کا نتیجہ ہے کہ مسلمان آپس میں فرقہ پروری کا شکار ہوئے۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ سے لڑا - ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کے ساتھ صف آرا ہوا - یہاں تک کہ بھائی بھائی سے، چچا بھتیجے سے - اور حد یہ ہے کہ بیٹا باپ سے شمشیر آزمائی کرتے ہوئے نہ شرمایا- اس سے بحث نہیں کہ دونوں میں کون حق پر تھا اور کون باطل پر! سوال صرف یہ ہے کہ ایسا ہوا کیوں؟ جس قوم کو غیروں اور دشمنوں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت بھی عدل وانصاف اور اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ، پر عمل پیرا رہنے کا حکم تھا، وہ اپنے عزیزوں، رشتہ داروں اور بھائی بندوں کے ساتھ بھی قتل وخونریزی کا معاملہ کرنے پر اتر آئی! اس کا جواب بجز اس کے کچھ اور نہیں ہے کہ اسلام کی تعلیمات کے ماتحت پوری قوم اور پورے معاشرہ کا جو مزاج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بڑ... بنا چاہئے تھا۔ سیاسی طاقت و اقتدار اور حکومت و سلطنت کی مئے دو آتشہ کے اثر نے اسے نہیں بننے دیا
خدا کے نیک بندے اور پکے سچے مسلمان ہر دور میں رہے ہیں لیکن جہاں تک قومی خصلت و مزاج کا تعلق ہے
اسے ہرگز عوامی، جمہوری اور ہمہ انسانی نہیں کہا جا سکتا۔ جس قوم کے افراد رنگ و نسل، ملک و وطن اور مذہب کے
جزوی مسائل و عقائد کی بنیادوں پر نفع و ضرر اور نیک و بد میں امتیاز کرنے کے خوگر ہو گئے ہوں وہ خود اپنے
اندرونی معاملات میں جمہوری نہیں ہو سکتی تو پھر بیرونی علائق و روابط میں کس طرح جمہوری ہو سکتی ہے۔؟

جمہوریت میں طاقت و قوت کا سرچشمہ عوام ہوتے ہیں، اس لئے جو شخص یا جو گروہ اپنے اخلاق، اخلاص و
بے نفسی اور لیاقت و قابلیت سے عوام کے حق میں زیادہ سے زیادہ مفید اور کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ عوام اُسکو ہی
اپنا لیڈر تسلیم کر لیتے اور اقتدار کی مسند پر اسے بٹھا دیتے ہیں۔ اور اب وہ صرف عوام کے جسم پر نہیں بلکہ اُن کے
دلوں پر حکمرانی کرتا ہے، اس میں اقلیت اور اکثریت کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔ مریض مرض کا ازالہ چاہتا ہے، ایک بھوکا
انسان رفعِ گرسنگی کے سامان کا جویا ہوتا ہے، ایک مظلوم اور دردمند شخص اپنے درد کا مداوا تلاش کرتا ہے تو وہ
ہرگز یہ نہیں دیکھتا کہ یہ چیزیں اُسے کن ہاتھوں سے مل رہی ہیں، جو بھی اُسے یہ چیزیں مہیا کرے وہ اسے قبول کر لیتا ہے
اور اُس کا بندۂ بے دام بن جاتا ہے، جو نفسیات افراد و اشخاص کی ہوتی ہیں وہی قوموں اور جماعتوں کی ہوتی ہیں
یہی وجہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دورِ تاریخ میں جبکہ مسلمانوں کا مزاج حقیقی معنوں میں جمہوری تھا اور وہ اپنی زندگی
کا نصب العین بنی نوعِ انسان کی اخلاقی، روحانی اور جسمانی خدمت سمجھتے تھے وہ اگر کسی ملک میں فاتح ہو کر بھی داخل
ہوئے تو محبوب بن کر رہے، انھوں نے اہلِ ملک کے دلوں پر حکومت کی۔ جن کی قسمت میں مسلمان ہونا تھا وہ مسلمان ہی
ہو گئے، اور جنھوں نے اپنا دھرم نہیں چھوڑا وہ بھی ان مسلمانوں کے اتنے گرویدہ ہو کر رہے کہ وقت پڑا تو خود اپنے
ہم مذہبوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد کی، تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ محمد بن قاسم چار برس کے قیام کے بعد سندھ
سے واپس بلایا گیا تو سندھوں کے پجاریوں اور پنڈتوں میں صفِ ماتم بچھ گئی، اور بلاذری کے بیان کے مطابق ان لوگوں
نے نوجوان فاتح سندھ کے مجسمے بنا کر رکھے، یہ صرف اسی جمہوری مذاق و طبیعت کا اثر تھا کہ مسلمان جہاں پہنچ گئے
ملک کا ملک مسلمان ہو گیا، اُس کی ہواؤں کا رُخ پھر گیا اور فضائیں بدل گئیں، مگر جب یہ مذاقِ طبیعت بدلا، اور
خدمتِ بنی نوعِ انسان کی جگہ ہوسِ ملک گیری اور جذبۂ اقتدار طلبی نے لے لی تو اُس کا انجام یہ ہوا کہ دوسروں کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راہِ حق تو کیا دکھاتے جو اُن کا خدا کی طرف سے مقرر کیا ہوا وظیفۂ حیات تھا خود آپس میں لڑ جھگڑ کر ختم ہو گئے۔

آج ہندوستان کے موجودہ حالات میں مسلمانوں کو ذہنی طور پر جو اُلجھن پیش آرہی ہے، اگر اُس کا نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اُس کی بڑی وجہ اُن کا وہ مذاق اور طبیعت ہے جو گذشتہ آٹھ سو برس میں پلتا۔ بڑھتا اور نشوونما پاتا رہا ہے، اور جس کو سکون صرف اُس وقت مل سکتا ہے جبکہ وہ اقتدار پر کلیۃً قابض نہ بھی ہو تو اُس میں برابر کا شریک ضرور ہو، اس میں شبہ نہیں کہ انھیں سرِدست اطمینانِ خاطر حاصل نہیں ہے اور وہ یہ محسوس کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اُن کے ساتھ پورا انصاف نہیں ہو رہا ہے، لیکن اگر وہ جمہوری زندگی کے عادی ہوتے اور اسلام دنیا اور اہلِ دنیا کی نسبت جو نقطۂ نظر دیتا ہے اس کے حامل ہوتے تو نہ انہیں ان حالات کی شدت اس درجہ محسوس ہوتی اور نہ وہ اس ماحول میں اپنے آپ کو اس قدر مایوس اور بے بس پاتے۔ ایک غیر جمہوری زندگی میں انسان اپنے آپ کو ایک محدود دائرہ میں بند کر کے اگر ترقی کرنا یا اپنی حفاظت کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنے خاندان، گروہ یا فرقہ کا سہارا پکڑتا ہے، اپنی قوتِ جنگ آزمائی پر بھروسہ کرتا ہے، اور پھر نتیجہ کبھی اُس کے حق میں ہوتا ہے اور کبھی اُس کے خلاف، لیکن جمہوری زندگی میں اُن میں سے کوئی حربہ کارگر نہیں ہوتا، اس زندگی میں پہلے خود اسے اخلاص و دیانت، راستبازی و درست کرداری کے امتحان سے گزرنا ہوتا ہے اور جب وہ اس میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر یہی چیزیں اُس کے لئے عزت و عظمت اور ترقی و حفاظت کا سامان و ذریعہ بن جاتی ہیں وہ مخالفتوں اور دشمن کی دسیسہ کاریوں سے گھبراتا اور پریشان نہیں ہوتا، اس کو فطرت کے قانون پر اعتماد ہوتا ہے، وہ انسان کی طبیعت سے مایوس نہیں ہوتا، اسے یقین ہوتا ہے کہ الحق یعلو ولا یُعلیٰ۔ وہ جانتا ہے کہ حسنِ عمل و اخلاص کی قدریں مستقل اور پائیدار ہیں، یہ کبھی ضائع نہیں ہوتے، اکثریت اور اقلیت کا کیا ذکر، ایک شخص اگر یکہ و تنہا بھی ہوتا ہے تو پوری فضا اور پورے ماحول کو بدل دیتا ہے، آپ پورے قرآن کو پڑھ جایئے، پوری سیرتِ نبوی کا جائزہ لے لیجئے، اور دیکھئے کہ مسلمانوں سے جس قسم کی زندگی کا مطالبہ کیا گیا ہے وہ یہی ہے یا کوئی اور! عزت اور عظمت ایسی چیزیں نہیں ہیں جن کی بھیک مانگی جائے یا جو کہہ سنکر، شکوے شکایت کر کے اور کچھ تجویزیں پاس کر کے حاصل کی جائیں، انہیں ایک شخص یا ایک جماعت اپنے لئے خود فراہم کرتے ہیں اور جن اسباب سے یہ ہاتھ آتی ہیں، مسلمان اگر نقطۂ نظر اور عمل کے اعتبار سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حق میں مسلمان ہوں تو اُن کے پاس ان اسباب کی کوئی کمی نہیں ہے، ان اسباب سے خارزار گل وگلزار میں اور صرصرِ تند و تیز نسیم نو بہار میں تبدیل کی جا سکتی ہے، یہ شاعری نہیں اظہارِ حقیقت ہے اور تاریخ نے بارہا ایسے مناظر دیکھے ہیں۔

ہندوستان کا دستور جمہوری ہے، مسلمانوں کو اس کی قدر کرنی اور اُس سے فائدہ اٹھانا چاہئے، اور اُس کی صورت یہی ہے کہ پہلے وہ خود اپنا تزکیہ نفس کریں، عقیدہ، عمل اور اخلاق میں سچے اور پکے مسلمان بنیں اور یہ سمجھیں کہ انھیں بحیثیت ایک فرقہ کے جو مامور من اللہ ہے اس ملک کی اور یہاں کے رہنے والوں کی خدمت کرنی ہے۔ خدمت الگ تھلگ رہ کر نہیں ہوتی ہے، مل جلکر رہنے اور میل ملاپ سے ہوتی ہے اس لئے اگر اس ملک کو اچھے قابل اور ایماندار اڈمنسٹریٹر کی ضرورت ہے تو وہ انہیں مہیا کرنا ہے، اگر محنتی اور مخلص انجنیئر، ڈاکٹر، کاریگر، ماہرینِ قانون اور سوشل ورکر در کار ہیں تو انھیں اس کا بندوبست کرنا ہے۔ غرضکہ حکومت کے دفاتر ہوں یا کونسل اور پارلیمنٹ، یونیورسٹی یا کالج ہو یا پولس اور عدالت، زراعت و تجارت ہو یا صنعت و حرفت، ملک و وطن کے ہر شعبہ اور ہر صیغہ کے لئے آدمی پیدا کرنے ہیں جو اپنا فرضِ منصبی انتہائی لیاقت و قابلیت، محنت و دیانت اور خلوص و سچائی سے انجام دیں گے۔ اگر ملک کے سب مسلمان اس کو اپنا ایک پروگرام بنا کر کام شروع کریں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ دس برس کے اندر اندر ملک کی فضا تبدیل نہ ہو جائے، آپ خود اپنے آپ کو زرِ خالص تو بنائیے، پھر کوئی آنکھوں کا اندھا کب تک اسے پیتل کہے گا۔

اللہ اکبر! کیا زمانہ کا انقلاب ہے، آج وقت کی رفتار نے مسلمان کو پھر اسی مقام پر لا کر کھڑا کر دیا ہے جہاں اس کیلئے کامیاب و بامراد رہنے کا ذریعہ فکراً و عملاً اسلام کی روشن تعلیمات پر کاربند رہنے کے سوا کچھ اور نہیں ہے حکومت و سلطنت، کانفرنسیں، ایجی ٹیشن، سیاسی جوڑ توڑ، سازشیں، فرقہ پروری، الکشن، یہ سب حربے اب کند ہو گئے ہیں، عوامی زندگی اور عوامی جمہوریت کا دَور ہے، مسلمان کو پھر اپنے حوصلہ و ہمت کا جائزہ لے کر فیصلہ کرنا ہے کہ وہ اسلام کی دولتِ خداداد سے کام لے گا، یا انہیں زنگ آلود اور بے کار حربوں پر نگاہ جمائے رہے گا۔

افسوس ہے پچھلے دنوں ملک کے مشہور نیشنلسٹ خواجہ عبدالمجید صاحب بیرسٹرایٹ لا کا

© rasailojaraid.com